Regd. No. L 5254

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ: الفضل لاہور ٹیلیفون نمبر ۲۹۷۹

الفضل

روزنامہ

لاہور

یوم: چہار شنبہ

شرح چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ ر
سہ ماہی ۷ ر
ماہوار ۲½ ر

فی پرچہ ۱ آنہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

جلد ۴۱/۷ | ۱۴ صلح ۱۳۳۲ ھش ۔ ۱۴ جنوری ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

"جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری ہو اس کی مرض تو لاعلاج ہے۔ خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے۔ ورنہ یہ سارے آثار جو آنحضرتؐ میں کامل طور پر جمع ہیں۔ کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر کے دکھلا وے۔ تاہم بھی جانیں...... آج صفحہ دنیا میں وہ شے کہ جس کا نام توحید ہے۔ بجز امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی فرقے میں نہیں پائی جاتی۔ اور بجز قرآن شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا۔ کہ جو کروڑہا مخلوقات کو وحدانیت الٰہی پر قائم کرتی ہو۔ اور کمال تعظیم سے اس سچے خدا کی طرف رہبر ہو۔ ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا۔ اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے۔ جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدل اور اپنی ازلی صفتوں میں ایسا ہی ہے۔ جو پہلے تھا۔" (براہین احمدیہ حصہ دوم)

اخبار احمدیہ

ربوہ ۹ر جنوری۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پاؤں اور کمر میں نماز جمعہ کے بعد درد زیادہ ہو گیا۔ اسی طرح حرارت میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

کراچی ۱۳ر جنوری۔ (بذریعہ تار) مرزا محمد ادریس صاحب اور قریشی فیروز محی الدین صاحب بورنیو اور سنگاپور جانے کے لئے بخیریت کراچی پہنچ گئے۔ کراچی میں ان کی رہائش کا پتہ یہ ہے۔ معرفت تاثیر احمدی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۰۲ کراچی

روس کے فوجی اور سیاسی لیڈروں کو ہلاک کر دینے کی سازش

اس سازش میں امریکہ اور برطانیہ کے جاسوس شامل ہیں۔ خبر رساں ایجنسی تاس کا بیان

ماسکو ۱۳ر جنوری۔ ماسکو ریڈیو نے اعلان کیا ہے۔ کہ حکومت نے نو یہودی ڈاکٹروں کی ایک جماعت کی سازش کو پکڑا ہے۔ جس کا مقصد روس کے فوجی اور سیاسی لیڈروں کو موت کے گھاٹ اتارنا تھا۔ روس کی خبر رساں ایجنسی تاس کے حوالے سے ماسکو ریڈیو نے کہا۔ کہ ان ڈاکٹروں کا طریقہ کار یہ تھا۔ کہ بیماری کی غلط تشخیص کی جائے۔ اور دوائیں دی جائیں کہ صحت کو تباہ کر دیا جائے۔ ایجنسی کا بیان ہے۔ کہ یہ لوگ امریکہ اور برطانیہ کے جاسوسی کے محکمہ کی طرف سے کام کر رہے تھے۔ اور ان کا مقصد ملک کے دفاعی نظام کو تباہ و برباد کرنا تھا۔ یہی جماعت ۱۹۴۶ء میں روس کی کمیونسٹ پارٹی کے سابق سیکرٹری جنرل کی موت کی ذمہ دار تھی۔ نیز یہ وزیر جنگ اور روس کے بڑے بڑے افسروں کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ نو ڈاکٹروں کی یہ جماعت یہودیوں کے ایک خیراتی ادارے کی آڑ میں کام کرتی تھی۔ جو در اصل امریکہ اور برطانیہ کے محکمۂ جاسوسی کا ایک اڈہ تھا۔ ریڈیو نے بتایا ہے۔ کہ مذکورہ نو ڈاکٹروں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے جرائم اور سازش کا اقرار کر لیا ہے۔

حکومت پاکستان نے کینیڈا سے ایک لاکھ ٹن گندم خریدی ہے

کراچی ۱۳ر جنوری۔ حکومت پاکستان نے ایک لاکھ ٹن مزید گندم خریدی ہے۔ جو کینیڈا سے آئیگی یہ گندم اس ساڑھے پانچ لاکھ ٹن گندم سے علاوہ ہے۔ جو اب تک حکومت بیرونی ممالک سے خرید چکی ہے۔ مزید ساٹھ ہزار ٹن گندم درآمد کرنے کے لئے بھی بیرونی ملکوں سے بات چیت ہو رہی ہے۔ مرکزی حکومت نے درآمد شدہ گیہوں میں سے پچاس ہزار ٹن کا مزید ذخیرہ پنجاب کو دیا ہے۔ تا صوبے کے خوراک کے ذخیروں میں مزید اناج جمع کروا دیا جائے۔ اور راشن بندی بہ آسانی عمل میں آ جائے۔ یہ گیہوں تمام اہم شہروں میں منظم طور پر بھجوا دیا جائیگا۔ خیال ہے۔ کہ یہ اناج اس ماہ کے آخر تک کراچی سے صوبہ کے مختلف مقامات پر بھیج دیا جائے گا۔ محکمہ خوراک کا ارادہ ہے۔ کہ اس میں سے انیس ہزار ٹن گیہوں ضلعوں کے محفوظ ذخیروں کے لئے رکھ لیا جائے گا۔ یہ ذخیرہ کمی والے مختلف اضلاع میں ڈپٹی کمشنروں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ تا کہ وہ اپنے اضلاع میں خوراک کی ہر ناگہانی قلت کو بآسانی پورا کر سکیں۔ اب تک مجموعی طور پر درآمد کئے ہوئے گیہوں میں سے ایک لاکھ تیس ہزار ٹن گیہوں پنجاب کو مل چکا ہے۔ اس میں وہ گیہوں بھی شامل ہے جو صوبے میں ...

مصر کا نیا آئین بنانے کیلئے کمیٹی قائم کر دی گئی

قاہرہ ۱۳ر جنوری۔ حکومت مصر نے پچاس ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جو مصر کا نیا آئین بنائے گی۔ اس کمیٹی میں مصر کے سابق وزیر اعظم نیز سابق وزراء مختلف سیاسی پارٹیوں کے بڑے بڑے لیڈر۔ قانون دانوں اور دیگر وغیرہ کو شامل کیا گیا۔ مسلمانوں۔ مسیحیوں اور یہودیوں کے نمائندوں کو بھی کمیٹی میں لیا گیا ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا کا دفاعی معاہدہ تیار کرنیکا منصوبہ

واشنگٹن ۱۳ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ برطانیہ کے وزیر اعظم نے حال ہی میں امریکہ کے صدر منتخب جنرل آئزن ہاور سے ملاقاتوں میں یہ تجویز پیش کی۔ کہ جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کا بھی ایک دفاعی معاہدہ کیا جائے۔ یہ خبر دیتے ہوئے نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار نے لکھا ہے۔ کہ جس قسم کے دفاعی معاہدہ کا نقشہ مسٹر چرچل نے تجویز کیا تھا۔ جنرل آئزن ہاور نے اس سے

جاپان کا روس کو چیلنج

ٹوکیو ۱۳ر جنوری۔ جاپان نے خبردار کیا ہے۔ کہ غیر ممالک کے فوجی ہوائی جہاز اگر جاپان کے علاقے پر بغیر اجازت کے ناجائز پروازیں کرتے رہے۔ تو جاپان امریکہ کی حفاظتی فوجوں کی مدد سے ضروری تدبیریں اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اعلان میں خاص طور پر روس کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ لیکن یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جاپان کے شمالی جزیرہ ہوکیڈو پر ناجائز پرواز میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ جاپان میں مقیم اتحادی فوجوں کے سپریم کمانڈر جنرل مارک کلارک نے جزیرہ ہوکیڈو میں امریکی فوجوں کے کمانڈروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایسی کارروائیوں کی روک تھام کریں۔ جن سے جاپان اور امریکہ کی سلامتی کو خطرہ ہو۔

اسرائیل میں ہڑتالوں کا اندیشہ

بیت المقدس ۱۳ر جنوری۔ خیال ہے کہ اسرائیل کی نئی حکومت کی اقتصادی پالیسی کے خلاف عام ہڑتالیں ہونگی۔

... سے کچھ اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجوزہ دفاعی معاہدہ میں پاکستان ہندوستان۔ انڈونیشیا کے علاوہ کچھ ایشیائی ملکوں کو بھی شامل کیا جانا چاہیئے۔

کراچی میں اب امن ہے

کراچی ۱۳ر جنوری۔ اب کراچی میں پوری طرح امن ہے۔ تاہم احتیاطی طور پر ابھی فوج اور پولیس کے دستے شہر میں گشت کر رہے ہیں۔

ڈھاکہ میں پاکستان کی صنعتی ترقی کی نمائش

ڈھاکہ ۱۳ر جنوری۔ گورنر جنرل مسٹر غلام محمد اس ماہ کی ۱۲ تاریخ کو ڈھاکہ میں پاکستان کی صنعتی ترقی کی نمائش کا افتتاح کریں گے۔

طلبائے مغربی پاکستان کا مشرقی پاکستان کا دورہ

کراچی ۱۳ر جنوری۔ مغربی پاکستان کے سولہ طلباء کا ایک وفد مشرقی پاکستان کے چوبیس دن کے دورہ پر ڈھاکہ پہنچ گیا ہے۔ اس دورے کا انتظام مشرقی مغربی پاکستان ایسوسی ایشن نے کیا ہے۔ پندرہ طلباء کا ایک اور وفد آج رات ڈھاکہ روانہ ہو رہا ہے۔ اس وفد میں چھ طالبات بھی شامل ہیں۔

لاہور میں خواجہ ناظم الدین کی مصروفیات

لاہور ۱۳ر جنوری۔ وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین نے آج صبح لاہور۔ ملتان اور راولپنڈی کے مسلم لیگی لیڈروں اور کارکنوں سے ملاقات کی۔ آپ طالب علموں اور تاجروں کے وفود سے بھی ملے۔ وزیر اعظم کل پنجاب مسلم لیگ اسمبلی پارٹی سے خطاب کریں گے۔ ۱۵ر جنوری کو آپ صوبائی مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں تقریر کریں گے۔ دستوری سفارشات کے متعلق بات چیت جمعہ کے دن آخری مرحلہ پر پہنچ جائے گی۔ جبکہ اس دن آپ صوبائی لیگ کی عاملہ سے ملاقات کریں گے۔ دستوری سفارشات کے متعلق بات چیت میں گورنر پنجاب مسٹر اسماعیل چندریگر اور مرکزی وزراء سردار عبد الرب نشتر۔ چودھری محمد علی مسٹر مشتاق احمد گورمانی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی پیرزادہ عبد الستار۔ سردار بہادر خاں۔ ڈاکٹر ایم۔ اے ملک۔ سید خلیل الرحمٰن اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خاں

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

مسعود احمد پرنٹر پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپوا کر ۳۔ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا

پاکستان کے دستورِ اساسی کے متعلق

بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات پر تبصرہ

پاکستان کے ایوانوں کی ساخت اور ان کی نمائندگی

پاکستان کے دستور اساسی کے سلسلہ میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے جو سفارشات اپنی رپورٹ میں کی ہیں ان پر غور کرنے کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک سب کمیٹی تجویز فرمائی تھی۔ جس میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے جناب چوہدری مرتضےٰ صاحب بار ایٹ لاء جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب بی۔ اے۔ جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق امام مسجد لنڈن اور خاکسار شامل تھے اس کمیٹی کے متعدد اجلاس حضرت امام جماعت احمدیہ کی صدارت میں منعقد ہوئے اور رپورٹ پر غور کیا گیا اس کمیٹی نے بحث تمحیص کے بعد شائع کردہ سفارشات کے بارے میں جو رائے دی ہے وہ احباب کی خدمت میں پیش کیا رہی ہے۔ اس میں صرف اہم اور ضروری مسائل کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔ اور اہم اصلاحات کی طرف حکومت اور عوام کو بروقت متوجہ کیا جاسکے۔

(ناظر امور عامہ و خارجہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

پاکستان کے لئے دو ایوان تجویز کئے گئے ہیں اور مختلف رنگوں میں ان کی نمائندگی تجویز کی گئی ہے۔ اور طریق انتخاب بھی الگ الگ مقرر کیا گیا ہے اور مختلف دفعات میں ان امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ یہ سوال نہایت اہم ہے۔ اور مختلف صوبہ جات پاکستان کے درمیان بدقسمتی سے مابہ النزاع بنتا نظر آتا ہے۔ اس لئے ہم اس کے بارہ میں ایک الگ نوٹ لکھنا چاہتے ہیں تاکہ آسانی سے اپنے مافی الضمیر کو ادا کر سکیں۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی کا تجویز کردہ نظام یہ ہے کہ (۱) پاکستان کی مرکزی حکومت کے دو ایوان ہوں ایک ایوان عام اور دوسرا ایوان صوبہ جاتی (۲) پہلے ایوان میں مختلف صوبوں کے باشندے اپنے اپنے حلقہ سے براہ راست رائے دہندگی کے ذریعہ سے نمائندے چنیں اور دوسرے ایوان کے نمائندے ہر صوبہ کے منتخب شدہ صوبائی ایوان کے ممبر چنیں جو قابل انتقال ووٹ کے ذریعہ چنے جائیں (۳) چونکہ پاکستان کسی الٰہی تدبیر کے ماتحت دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ ہندوستان کے مشرق اور دوسرا مغرب میں ہے۔ اور مشرقی حصہ کی آبادی زیادہ اور مغربی کی کم ہے۔ اس لئے دونوں اطراف کے لوگوں کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں ایوانوں میں دونوں اطراف کے نمائندے برابر برابر رکھے جائیں (۴) اگر کسی وقت کشمیر یا جوناگڑھ پاکستان میں شامل ہوں۔ تو وہ بھی مغربی پاکستان کا حصہ قرار دیئے جائیں۔ اور ان کو نمائندگی مغربی پاکستان کے برابر حصہ میں سے کاٹ کر دی جائے مشرقی پاکستان کی نمائندگی پر اس کا اثر نہ پڑے۔ (۵) اگر آئندہ توالد و تناسل کے ذریعہ سے کسی حصہ کی آبادی بڑھ جائے تو بھی مقررہ تناسب یعنی دونوں اطراف کو مساوی نمائندگی ملتی رہے۔ اس تناسب کو نہ بدلا جائے (۶) دونوں ایوانوں میں قانون پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن غالب رائے ایوان عام کی رہے گی۔ کیونکہ اختلاف ہو تو دونوں ایوانوں کی اکثریت یا دوسرے لفظوں میں ایوان عوام کی اکثریت کا فیصلہ غالب رہے گا۔ (دوسرے ایوان کے مشترک اجلاس سے صرف یہ فرق پڑے گا کہ اگر دونوں ایوان کلی طور پر متضاد رائے رکھتے ہوں۔ تو ایک ایوان کی صورت میں ایوان عام دو سو ایک ووٹ سے قانون پاس کرسکتا تھا۔ اب وہ دو سو اکاٹھ ووٹ سے اپنے فیصلہ کو منوا سکتا ہے۔ گویا دو سو اکاٹھ ممبر دارالعوام کے اگر متفق ہوں تو ایوان صوبہ جاتی متفقہ رائے کے ساتھ بھی کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔)

یہ خلاصہ ہے پیش کردہ سکیم کا۔ اور ہمیں کہنا چاہیئے کہ اس وقت جو رو مشرق و مغرب میں بعض امور پر اختلافات کی چل رہی ہے۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی ایسے حل کی سخت ضرورت ہے۔ اس حل میں یہ مدنظر رکھا گیا ہے کہ ہمیشہ کے لئے دونوں فریق کو برابر رکھا جائے۔ اور یہ ایک نہایت نیک مقصد ہے بشرطیکہ اس سے اچھی کوئی اور تدبیر نہ ہو۔ موجودہ تدبیر کے رو سے بنگال کو اپنے حصہ سے کم نمائندگی دی گئی ہے۔ اور بنگال کے ممبر اس پر راضی ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے یقیناً سارے ملک کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ چونکہ مغرب کے نمائندوں نے اس سے پہلے اس کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھائی۔ اس لئے کہنا چاہیئے کہ بنیادی کمیٹی کے اجلاسوں کے وقت یا تو وہ اس فیصلہ کی اہمیت کو سمجھے نہ تھے۔ اور یا پھر وہ اس وقت کمیٹی کے ماحول سے متاثر ہو کر خاموش رہے۔ اور بعد میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ بہرحال ایک اخلاقی ذمہ داری مغربی صوبوں کے نمائندوں پر عائد ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی اور صورت رضامندانہ سمجھوتہ کی نہ نکل سکے۔ تو انہیں موجودہ تجویز کو قبول کر لینا چاہیئے۔

اور اختلافات کو اس قدر ہوا نہیں دینی چاہیئے کہ دل پھٹ جائیں اور تعاون باہمی میں بشاشت جاتی رہے لیکن جہاں مجبوری کی حالت میں مغربی پاکستان کے نمائندوں کو ہمارا مشورہ ہے۔ وہاں ہم اس میں بھی حرج نہیں سمجھتے کہ عقل اور سیاست کے رو سے اس تجویز کا تجزیہ کر کے دیکھیں کہ آیا اس میں کوئی سقم ہے یا نہیں۔ اور اگر کوئی سقم ہے تو اسے کس طرح دور کیا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ کئی ممالک میں دو ایوانی حکومت قائم ہے بڑی مثالیں یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ انگلستان اور سوئٹزرلینڈ کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اور ملک ہیں۔ جن میں ایک ایوان کی جگہ دو ایوان ملک کا قانون پاس کرتے ہیں۔ ان تمام ملکوں کی تاریخ اور تقنین کی آراد پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو ایوانوں کے تقرر کی اصل وجہ دو قسم کے زبردست اور منفرد حقوق کی موجودگی ہوتی ہے۔ یعنی انفرادی حق کے علاوہ جس کی نمائندگی کے لئے ایک ایوان کا وجود کافی ہوتا ہے۔ کوئی اور چیز بھی ہوتی ہے۔ جس کی نمائندگی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اور جسے مناسب نمائندگی ایوان عام میں نہیں دی جاسکتی۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ایک دوسرا ایوان تجویز کیا جاتا ہے جس میں اس دوسرے حق کو نمائندگی دی جاتی ہے۔ اور اس دوسرے ایوان کو اس حق کے مطابق اور اس کی ضرورتوں کا خیال کرکے اختیار دیئے جاتے ہیں یعنی کبھی مساوی اور کبھی کم و بیش۔

بڑے بڑے حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں اور انہی کے مدنظر ایک طرف انگلستان میں دارالعوام اور دارالامرا کی بنیاد پڑی۔ اور دوسری طرف یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ اور سوئٹزرلینڈ میں دارالعوام اور دارالاقالیم[1] کی بنیاد پڑی

انگلستان میں جس وقت پارلیمانی حکومت کی بنیاد پڑی ہے۔ برطانیہ کا اکثر حصہ بعض روسا کی ملکیت میں تھا لیکن دوسری طرف کچھ حصہ روسا سے آزاد تھا۔ کچھ بادشاہ کی جاگیر تھا۔ اور پھر لنڈن کا شہر تھا۔ جو آبادی کے لحاظ سے اتنا بڑھ چکا تھا۔ کہ ملک کی آبادی کا قریباً چھٹا حصہ صرف اسی شہر میں رہتا تھا۔ اس طرح لنڈن جاگیرات اور آزاد علاقوں کو ملا کر ملک کی قریباً نصف آبادی براہ راست بادشاہ کے ماتحت تھی۔ اور نصف کے قریب آبادی نوابوں کی وساطت سے بادشاہ کے ماتحت آتی تھی۔ اور درحقیقت اس کے قانونی نمائندہ وہ امراء اور نواب سمجھے جاتے تھے۔ جو اس علاقہ کے مالک تھے۔

جب آزادی کی رو انگلستان میں چلی تو سب سے پہلے نوابوں نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ وہ ان سے مشورہ لئے بغیر کوئی اہم قانون پاس نہ کرے۔ گو عوام کو بھی ایک حد تک شامل کر لیا تا ان کی ہمدردی حاصل ہو۔ اس کے بعد عوام میں بیداری پیدا ہوئی۔ اور انہوں نے بھی اپنے حق مانگے۔ انگلستان کے بادشاہوں نے سمجھا۔ کہ عوام کو حق دینا ان کے فائدہ کا کام ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ عوام کو نوابوں کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ اور نوابوں کو عوام کے خلاف چنانچہ ایک دھندلی سی شکل میں انگریزی پارلیمنٹ تیرھویں صدی کے درمیان سے شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ ایک منظم شکل میں دارالعوام یعنی عوام کی نمائندہ مجلس اور دارالامرا یعنی امراء کی نمائندہ مجلس قائم ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ دارالامرا کا قیام محض اس وجہ سے ضروری قرار دیا گیا کہ

(۱) اس نظام کی بنیاد امراء ہی نے ڈالی تھی اور درحقیقت پہلا خیال امرا ہی کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ اور پہلی پارلیمنٹ درحقیقت مجلس نوابوں کی بنائی گئی تھی۔ جو بادشاہ کے افعال پر نگران بنائی گئی تھی۔ اس کے بعد عوام کو شامل کیا گیا۔ اس لئے دارالامراء کا وجود دارالعوام کے وجود سے پہلے ہی مشخص ہو چکا تھا۔

(۲) امراء اپنے آپ کو اپنے علاقوں کا حاکم سمجھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اپنے علاقہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر کام نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ انہی کے ساتھ تو ان کے جھگڑے ہوتے تھے۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ نوابوں کے حقوق کی حفاظت دارالامرا کرے۔ اور عوام کے حقوق کی حفاظت دارالعوام اور چونکہ اکثر امور دونوں کے مشترک ہوں گے۔ اس لئے ہر قانون دونوں مجالس میں سے پاس ہو کر قانون بنے۔ اور چونکہ بادشاہ سب کا حاکم ہے۔ اس لئے قانون مکمل تب سمجھا جائے۔ جب دونوں ایوانوں کے بعد اس کے دستخط بھی اس پر ہو جائیں۔ اب حالات بھی بدل گئے ہیں۔ اور بعض حالات میں قانون بھی بدل گئے ہیں۔ لیکن اب بھی اکثر قانون ظاہری شکل میں وہی ہیں۔ کیونکہ انگریز فطرتاً رسم پرست واقع ہوئے ہیں۔ اوپر کے تاریخی پس منظر سے ظاہر ہے کہ انگلستان میں دو ایوان یونہی نہیں بنائے گئے بلکہ چونکہ دو متباین حقوق وہاں موجود تھے ایک عوام کا حق اور ایک نوابوں کا حق جو کہ انگلستان کے بڑے حصہ کے حاکم تھے۔ اور چونکہ ملک کا مطالبہ تھا کہ بادشاہ کی طاقت کو محدود کیا جائے۔ اور یہ حد بندی دونوں گروہ اپنے اپنے دائرہ میں ہی کر سکتے تھے۔ اس لئے دو ایوان بنائے گئے تاکہ نوابوں کے حق کو ایک ایوان میں نمائندگی مل جائے۔ اور عوام کے حق کو دوسرے ایوان میں نمائندگی مل جائے۔ امرا کے ایوان کی نمائندگی نسلاً ملتی تھی۔ اور عوام کے ایوان کی نمائندگی انتخاب سے

[1] House of Units

ظاہر ہے کہ ایسے حالات پاکستان میں پیدا نہیں ہیں۔ ملک کا نوے فیصدی علاقہ نوابوں کے اثر سے آزاد ہے کوئی بادشاہ نہیں۔ صرف دس فیصدی نوابوں کے ماتحت ہے۔ اسلئے ان کے لئے کسی الگ ایوان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آبادی کے لحاظ سے ساڑھے سات کروڑ کی آبادی میں سے صرف پینتیس ۳۵ لاکھ نوابوں کے اثر تلے ہے۔ یعنی پانچ فیصدی سے بھی کم۔ پس اس بناء پر کسی دوسرے ایوان کا قیام خارج از بحث اور غیر معقول ہے

دوسری قسم کی ضرورت جس کی وجہ سے یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ اور سوئٹزرلینڈ میں دوسرا ایوان بنایا گیا ہے ایک ایسی حکومت کا وجود ہے جس کے ملک کے بعض یا سب حصے اپنے اندرونی انتظام کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ خطرہ ہوتا ہے کہ اگر ان حصوں کو قانون ساز مجالس میں نمائندگی نہ ملے تو آہستہ آہستہ مرکز ان کے حقوق پر بغیر ان کی رضامندی کے چھاپہ مارے گا۔ اس لئے ان علاقوں کو نمائندگی دینے کے لئے ایک دوسرا ایوان بنا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس مختلف حق والے لوگ پہلے ایوان کے ممبر اس وجہ سے نہیں ہو سکتے کہ پہلے ایوان کے ممبر بنی نوع انسان کے حقوق کے محافظ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ صوبجاتی حقوق کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ جو عوام کے حقوق سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ دونوں کام الگ الگ نوعیت کے ہیں۔ اس لئے ایک حق کے محافظ ایک ایوان میں بٹھائے جاتے ہیں۔ تو دوسرے ایوان کے محافظ دوسرے میں۔

آگے پھر مختلف ملکوں کے حصوں کی آزادی چونکہ مختلف ہوتی ہے۔ پس وہ ملک اپنی اپنی ضرورت کے مطابق الگ الگ تعداد میں ریاستوں کے ایوان کو حقوق دیتے ہیں۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ میں چونکہ علاقوں کو زیادہ آزادی حاصل ہے۔ وہاں ایوان صوبہ جاتی کو امریکہ کے مقابلہ میں زیادہ طاقت حاصل ہے تاکہ وہ ریاستی آزادی کو محفوظ رکھ سکے امریکہ کی ریاستوں کو یہ آزادی کم حاصل ہے اس لئے وہاں دارالاقالیم کی طاقت کو دارالعوام کی طاقت سے کم رکھا گیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ ایوان حکومتوں کا نمائندہ ہے اسلئے نظامِ حکومت میں اسے دارالعوام سے زیادہ دخل دیا گیا ہے۔

یہ دو طریقے جو بیان ہوئے ہیں عام نمونہ ہیں لیکن بعض ملکوں میں دوسرے ایوان کو ماہرین کا ایوان قرار دے کر ماہرین کی جماعت کو حکومت میں خاص دخل دینے کا موقع دیا جاتا رہا ہے

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ ہمارے ملک میں ان سب ضرورتوں میں سے کونسی ضرورت کی وجہ سے دوسرے ایوان کی ضرورت سمجھی گئی ہے۔ کیونکہ دوسرا ایوان غیر طبعی ہے اور خاص ضرورت کے بغیر اس کا قیام فضول بلکہ دقتیں پیدا کرنے والا ہوتا ہے ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ دوسرے ایوان کی ضرورت نوابوں کی وجہ سے تو ہے نہیں۔ جن کے حقوق اہم ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی عوام کے حقوق کی عین ضد ہوتے ہیں۔ اسلئے ایک دوسرے ایوان کے ذریعہ سے ان کو نمائندگی دی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی نہیں کہ ہم خاص ماہرین کی جماعت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ نہ ہمارے ملک میں پیشواؤں کی خاص تنظیم ہے کہ ان کے لئے الگ نمائندگی کی ضرورت ہو نہ ماہرین ہی اتنی تعداد میں موجود ہیں اور اس پایہ کے موجود ہیں کہ وہ انتخاب میں آنا تضیع اوقات خیال کرتے ہیں۔ لیکن ہم انہیں ضرور حکومت میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے ان کے لئے دوسرا ایوان بنا دیتے ہیں۔

جب دونوں صورتیں نہیں تو دوسرے ایوان کی ضرورت ہمیں اسلئے محسوس ہوئی ہے کہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ابھی ہمارے ملک کے مختلف حصے پوری طرح ایک ہو کر کام کرنے کو تیار نہیں۔ اور اپنی آزادی کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور اس حق کے قیام کے لئے اپنے لئے ایک ایسی نمائندگی چاہتے ہیں۔ جو عوام کو ان کے صوبہ جاتی حقوق کو تلف کرنے سے باز رکھ سکے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی قانون افراد کے لئے بنتا ہے۔ تو وہ ویسا ہی زید پر اثر کرتا ہے۔ جیسے عمر پر ویسا ہی سندھی پر اثر کرتا ہے۔ جیسا کہ بنگالی پر، لیکن صوبہ جاتی امور اس قسم کے نہیں ہوتے۔ صوبہ جاتی امور میں ایک خاص تعداد ایسے امور کی ہوتی ہے۔ جو ایک یا دو صوبوں سے مختص ہوتے ہیں اور ان میں ایک صوبہ دوسرے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ پس صوبوں کو ایک قانونی وجود سمجھ کر الگ نمائندگی دے دی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قانونی وجود میں بڑے چھوٹے کا لحاظ نہیں رکھا جا سکتا زید اگر موٹا ہے اور زیادہ کھاتا ہے اور بکر اگر دبلا ہے اور کم کھاتا ہے تو راشن میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا۔ قانون یہ کہے گا کہ زید اور بکر دو قانونی وجود ہیں۔ دونوں میں فرق نہیں کیا جا سکتا اسی طرح صوبہ جات کو جب بعض حالات میں قانونی وجود قرار دیا جائے گا اور صرف اسی صورت میں ان کے لئے الگ ایوان کی تجویز ہو سکتی ہے۔ تو پھر قانونی وجود کی صورت میں ان کے چھوٹے بڑے ہونے کا لحاظ نہیں کیا جائے گا بلکہ ان سب کو ایک ایک فرد کی حیثیت دی جائے گی۔ بنگال سب سے بڑا صوبہ ہے۔ لیکن قانونی وجود کی حیثیت میں اسے ایک موٹا لمبا چکلا آدمی قرار دیا جائے گا۔ دو آدمی یا چار آدمی نہیں۔ صوبۂ بلوچستان یا کراچی نہایت چھوٹے صوبے ہیں۔ مگر جب وہ قانونی وجود کی حیثیت اختیار کریں گے۔ تو انہیں صرف ایک ٹھنگنا دبلا پتلا کم خور آدمی سمجھا جائے گا۔ آدھا یا پونا آدمی کسی صورت میں نہیں سمجھا جائے گا۔ امریکہ کی ریاستیں باہمی اتنی متفاوت ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ مثلاً نیویارک کی ریاست کی آبادی امریکہ کی آبادی کا ⅒ ہے۔ لیکن باوجود اس کے دارالاقالیم میں اس کو دوسری سینتالیس ۴۷ ریاستوں کے برابر نمائندگی حاصل ہے۔ اسی طرح سوئٹزرلینڈ میں اقالیم اور اضلاع کی وسعت اور آبادی کا خیال دارالاقالیم کی نمائندگی میں قطعاً نہیں رکھا گیا۔ بلکہ کسی صحیح جمہوری ملک میں بھی اس کا خیال نہیں رکھا گیا۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ سیاسی اصول پر یہ سمجھا گیا ہے کہ دوسرا ایوان افراد کی نمائندگی کے لئے نہیں ہے اقالیم کی نمائندگی کے لئے ہے اور جس طرح امیر غریب یا موٹے پتلے آدمی کو ایک دوسرے پر زیادہ نمائندگی نہیں دی جاتی۔ اسی طرح صوبہ جات کو صوبہ جات کی حیثیت میں ایک دوسرے سے زیادہ نمائندگی نہیں دی جائیگی۔ کیونکہ اس ایوان نے صوبہ کی زندگی کی حفاظت کرنی ہے۔ اور ایک کمزور شخص کی نظر میں اپنی جان مضبوط اور پہلوان شخص سے کم قیمتی نہیں ہوتی۔ نہ قانون اس امر کا خیال رکھتا ہے کہ مارنے والا امیر یا مضبوط شخص تھا اور مقتول غریب یا دبلا پتلا آدمی تھا۔ اسلئے اس کے بدلہ میں موٹے اور مضبوط کی جان نہیں لینی چاہیئے پس چونکہ صوبہ جات یا ریاستوں کو قانونی وجود میں تسلیم کرنے کی وجہ سے ہی دوسرے ایوان کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے جس طرح ہر فرد کا ایک ووٹ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر صوبے کو اس ایوان میں برابر نمائندگی دی جاتی ہے نہ کہ کسی صوبہ کو زیادہ اور کسی کو کم۔

اس تشریح کے بعد یہ ظاہر ہے کہ جمہوریت کے اصول کے مطابق دارالعوام میں تمام پاکستانیوں کو آبادی کے لحاظ سے نمائندگی ملنی چاہیئے۔ یعنی اگر دو لاکھ پر ایک نمائندہ تجویز کیا گیا ہے۔ تو جس ملک کی آبادی ایک کروڑ ہے اسے پچاس۔ جس کی آبادی چار کروڑ ہے اسے دو سو نمائندگی ملیگی۔ اس میں کمی کرنا جمہوریت کے اصول کے خلاف ہے اور اگر باشندوں کی مرضی کے خلاف ہو تو اسلام کے اصول کے بھی خلاف ہے۔

اور یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ افراد کی نمائندگی کے معاملہ میں جبکہ قوم ایک ہو (اسلام کے رو سے قوم سے مراد مذہب ہی ہوتا ہے) مختلف صوبوں میں فرق کیا جائے۔ جو قانون چوروں کے متعلق بنے گا وہ بنگال اور سرحد کے چوروں پر یکساں حاوی ہوگا۔ اور جو معیارِ ٹیکس مقرر ہوگا وہ سندھ اور پنجاب کے افراد پر یکساں چسپاں ہوگا۔ افراد کے معاملات میں سوائے اس کے کہ بعض مذہبوں یا فرقوں پر ظلم کیا جائے۔ صوبہ جات میں فرق ہو ہی نہیں سکتا۔ فرق صرف صوبہ جاتی حقوق کے متعلق ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ قانون پاس کیا جائے کہ فلاں صوبہ کا رقبہ نکال کر فلاں کے ساتھ ملا دیا جائے یا فلاں نیا علاقہ فلاں صوبہ سے ملا دیا جائے یا فلاں صوبہ کو اتنی امداد دی جائے اور فلاں کو اتنی۔ یہ امور افراد سے اتنے متعلق نہیں جتنے کہ صوبہ سے متعلق ہیں اور انہی کی حفاظت کے لئے دوسرے علاقہ جاتی ایوان کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس دارالعوام میں کسی صوبہ کو اسکے افراد سے زیادہ حق دینے میں کوئی عقلی یا سیاسی فائدہ نہیں ہے۔ اور دارالاقالیم میں کسی صوبہ کو خواہ کتنا چھوٹا ہو بڑے صوبہ سے کم حق دینے میں کوئی معقولیت یا انصاف نہیں اور اسی اصل پر تمام متمدن دنیا میں عمل ہو رہا ہے۔ اور اگر وہ امن قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہوتا رہے گا۔

پس ہم یہ کہیں گے۔ کہ یہ معقول اور مجرب اصل پاکستان میں بھی نہ چھوڑا جائے۔ اور ہر صوبہ کو دارالعوام میں اس کے افراد کے برابر نمائندگی دی جائے۔ ہر مردم شماری کے بعد آبادی کی تبدیلی کے مطابق نمائندگی بدل دی جایا کرے۔ اس میں کوئی دقت نہیں ورنہ یاد رہے۔ کہ سب سے بڑا صوبہ بلوچستان ہے۔ جس کا رقبہ ایک لاکھ پینتیس ہزار مربع میل کے قریب ہے۔ جو پنجاب اور بنگال کے متحدہ رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔ جب یہ صوبہ آباد ہوگا اسکی آبادی موجودہ نسبتِ آبادی کے لحاظ سے آٹھ کروڑ سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ پس اس وقت سب سے زیادہ رقبہ کا مالک ہونے اور نصف آبادی کا مالک ہونے کے باوجود اسے اڑھائی فی صدی نمائندگی مل رہی ہوگی۔ اور اس کے قریب ہی کشمیر کی حالت ہوگی۔ اگر وہ ہمیں مل گیا۔ اس کا رقبہ اکاسی ہزار مربع میل ہے۔ جو بنگال کے رقبہ سے بہت زیادہ ہے۔

کشمیر کی آبادی اس وقت چالیس لاکھ ہے۔ لیکن یہ آبادی ڈوگرہ ظلم کی وجہ سے ہے۔ کشمیری نسل پیدا کرنے کی مشین ہے۔ اسے امن دو۔ اور کھانے کے لئے روٹی مہیا کر دو۔ تو وہ دس دس پندرہ پندرہ بچے پیدا کرے گا۔ اور ہر پچاس سال میں اپنی آبادی کو دگنا کر دے گا۔ دو سو سال میں انشاء اللہ اچھے حالات میں کشمیر کی آبادی چھ کروڑ سے زیادہ ہو جائے گی۔ مسلمان تو خواہ کسی جگہ کا ہو۔ پھیلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ لیکن دوسرے صوبوں میں پھیلنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بلوچستان اور کشمیر میں ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ یہ مجرب اور معقول طریق استعمال نہ کیا جا سکے۔ تو ہم یہی نصیحت کریں گے۔ کہ جو صوبے سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے حق تلف ہوئے ہیں۔ یا جو معقول آدمی سمجھتے ہیں۔ کہ اس قانون سے ایک غیر معقول امر کی بنیاد پڑ رہی ہے

۵ (House of units)

جو کسی وقت پاکستان کی کمزوری یا اس میں تفرقہ کا باعث بنے گا تو بھی وہ صبر سے کام لیں اور وہ چیز جسے خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھوں بنانے کی توفیق بخشی ہے اسے توڑنے کا موجب نہ بنیں کہ قانون بدل جایا کرتے ہیں خدا کی تخلیق نہیں بدلتی۔ پس جو چیز سائے کی طرح ڈھلنے والی ہے اس کی خاطر اپنے ملک میں فساد اور شورش پیدا کرنا جبکہ دشمن ہمارے دروازے پر ہے نہایت ہی بے وقوفی کی بات ہوگی اپنے بھائیوں کو سمجھاؤ اور محبت سے سمجھاؤ اور ہر ایک آپ میں سے یہ یاد رکھے کہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں کبھی کسی کو وہ چیز دے دوں جو اس کا حق نہیں ہے تو وہ اس کے لئے جائز نہیں ہو جائیگی بلکہ خدا تعالیٰ اس کا حساب اس سے لے گا۔ پس خدا سے ڈرو اور ایک قومیت اور ایک مقصد پیدا کرو۔ اور زیادہ طلبی اور غیریت کو بھول جاؤ۔ خدا کے خزانہ میں اس سے بہت زیادہ نعمتیں ہیں جو اس وقت آپ کو حاصل ہیں۔ ان چھوٹی نعمتوں کے بارہ میں لڑ کر ان بڑی نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم نہ کرو جو خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے چھپا رکھی ہیں۔

ہمیں تو یہ ڈر محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت میں جو کشش ہے اس کی وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد جو اردگرد کے ملکوں میں ہمارے اندر شامل ہونے کی خواہش پیدا ہوگی اسے یہ کانسٹی ٹیوشن دبا دے۔ کیونکہ موجودہ قانون نئے آنے والوں میں امید نہیں پیدا کرتا بلکہ ان کی امید کو کچل دیتا ہے اور ان کی امنگوں کو مار دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو صحیح راستہ دکھائے جس میں پاکستان اور تمام مسلمانوں کی آئندہ بہبودی ہو۔ آمین۔

اگر ہمارا مشورہ قبول کیا جائے تو عام تجربہ اور عقل کے ماتحت اور ان اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے جن کی وجہ سے دو ایوانی حکومت قائم کی جاتی ہے دوسرے ایوان اور پہلے ایوان کے کاموں میں کچھ فرق کرنا ہوگا۔ صوبہ داری حقوق کی حفاظت سے متعلق کاموں میں ایوان دوم کو زیادہ اختیار دینے ہوں گے اور افراد سے تعلق رکھنے والے کاموں میں ایوان اول کو زیادہ اختیار دینے ہوں گے مثلاً عام بجٹ وغیرہ کے معاملہ میں ایوانِ اول کو زیادہ اختیار دینے مناسب ہوں گے اس کا تعلق عوام سے پڑتا ہے اور صوبوں کی امداد کے متعلق ایوان دوم کو زیادہ حق ان کا موقعہ دینا ہوگا۔ کیونکہ وہ صوبہ جات کی نمائندگی کرے گا۔ اسی طرح وزارتوں کے تقرر تنزل صوبہ جات کی اندرونی تقسیم یا نئے ملکوں کا شامل کرنا یا رئیس مملکت کا انتخاب۔ یہ ایسے امور ہیں کہ جن میں دارالاقالیم[1] کو دارالعوام[2] کے برابر رائے دینے کا حق حاصل ہونا چاہئے

[1] House of Units.

[2] House of People.

لیکن افراد کے متعلق قانون ہی ہوسکتا ہے کہ انکے حق کو محدود کر دیا جائے۔ مثلاً یہ کہ وہ ایوانِ عوام کو توجہ دلا سکتے ہیں لیکن اس کے اصرار کے بعد بھی قانون میں تبدیلی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ وہ امور جن میں ان کے حق کو مقدم سمجھا جائے۔ ان کا فیصلہ کرتے وقت ان کی رائے کو خاص وزن دیا جائے اور ان امور میں اختلاف کی صورت میں دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کے فیصلہ کو قانون کی حیثیت دی جائے ورنہ نہیں۔

اس وقت تو ہم نے مسئلہ کا قانونی اور منطقی پہلو لیا ہے۔ اب ہم اس کا واقعاتی پہلو لیتے ہیں۔ واقعاتی پہلو یہ ہے کہ پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہے ایک حصہ کی آبادی زیادہ ہے دوسرے کی کم۔ اس لئے کمیٹی نے ان دو حصوں کی ایک فیڈریشن تجویز کر دی ہے اور مساوات کے اصول پر فیصلہ کر دیا ہے۔

اسلامی اصول کے لحاظ سے ہم بتا چکے ہیں کہ دو حصوں کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن واقعات کی مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا پڑا ہے۔ لیکن کمیٹی نے فاصلہ کی بنا پر فیڈریشن بنائی ہے۔ حالانکہ فیڈریشن فاصلہ کے اصول پر نہیں بلکہ زبان اور رواج قومیت مذہب یا دائرہ حکومت کے اصول پر بنا کرتی ہے۔ یعنی اگر الگ الگ علاقے الگ الگ آزاد حکومتوں کے ماتحت ہوں تو ان کی فیڈریشن بنا دی جاتی ہے اور یہ الگ الگ علاقے یا تو قدیم دستور کے ماتحت ہوتے ہیں۔ یعنی کسی وجہ سے سابق میں وہ الگ الگ انتظام کے ماتحت تھے پھر اسی علیحدگی کے خوگر ہوگئے۔ یا زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے یا مذہب کی وجہ سے یا قومیت کی وجہ سے مشرقی اور مغربی پاکستان میں ایسی کوئی وجہ موجود نہیں۔ [illegible] پاکستان کوئی قانونی یا مذہبی یا لسانی یا قومی وجود نہیں ہے۔ اس نئے [illegible] جغرافیائی وجود تو کہا جاسکتا ہے۔ وفاقی لحاظ سے کوئی ایسا وجود نہیں کہا جاسکتا۔ بنگال اور پنجاب میں جو بُعد ہے سندھ اور پنجاب میں اس سے بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح صوبہ سرحد اور پنجاب میں اس سے زیادہ بُعد ہے۔ سندھ اور پنجاب کی قوم اور زبانیں الگ ہیں۔ اسی طرح پنجاب اور صوبہ سرحد کی قوم اور اکثر حصہ کی زبان مختلف ہے۔ یہی حال اور ملکوں کا ہے۔ ابھی مغربی پاکستان کوئی ایک وجود ہے ہی نہیں اور جب وہ ایک وجود نہیں تو مشرقی اور مغربی پاکستان میں مساوات کا سوال ہی پیدا نہیں [illegible] تو مختلف زبانیں بولنے والے مختلف قومیتوں اور مختلف خوراک کھانے والے لوگوں کے مجموعی سات صوبوں کا سوال ہے۔ اور ان میں سے ایک کے مقابل پر مجموعی اختلاف رکھنے والے صوبوں کو ایک قرار دینا عقل کے خلاف ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کا ملک دنیا میں صرف ایک تھا اور اس کا نظام بری طرح ناکام رہا ہے اور وہ جنگ سے پہلے کا جرمنی تھا۔ جرمنی کی ایک بڑی ریاست پرشیا تھی۔ اور اس کے علاوہ

بیس کے قریب اور چھوٹی ریاستیں تھیں۔ ان سب کے درمیان وفاق بنایا گیا تھا۔ مگر بوجہ اس کے کہ پرشیا کی آبادی ساری باقی ریاستوں سے زیادہ تھی عملاً پرشیا جرمن حکومت پر حاوی تھا۔ ایک امریکن پریذیڈنٹ نے جرمنی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا تھا۔ کہ ایک شیر کے ساتھ بہت سے گیدڑ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس حکومت کا انجام سب کے سامنے ہے۔ غیر معمولی قومی عصبیت غیر معمولی عملی بیداری غیر معمولی علمی قابلیت کے باوجود جرمنی نے دو جنگوں میں بری طرح شکست کھائی۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ غیر طبعی اتحاد تھا۔ جب کبھی معاملہ نازک حد تک پہنچتا۔ چھوٹی ریاستوں کے لوگ بوجہ چھوٹی چھوٹی رنجشوں کے غداری پر اتر آتے۔ اور وفاق ٹوٹ گیا۔ حالانکہ سارے جرمنی کا مذہب ایک زبان ایک اور قومیت ایک تھی۔ لیکن پاکستان میں تو ایک حصہ کی کئی زبانیں اور کئی قومیتیں ہیں۔ پس جرمنی سے زیادہ اختلاف کا خطرہ یہاں موجود ہے۔ اس وقت جرمنی میں اتحاد کی تحریک زور پر ہے لیکن سیاسیات سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ اس میں بڑی روک مشرقی اور مغربی جرمنی کی حکومتوں کے اختلاف سے زیادہ یہ خوف ہے کہ چھوٹی ریاستیں ڈرتی ہیں۔ کہ وفاق کی صورت میں پھر پرشیا کا قبضہ ہو جائے گا۔ اگر امریکہ یا سوئٹزرلینڈ کے طریق پر جرمنی کی پارلیمنٹوں کی

بنیاد رکھی جاتی۔ تو یہ خطرہ پیدا نہ ہوتا۔ امریکہ اور سوئٹزرلینڈ میں وفاقی قانون کی خوبی کی وجہ سے ریاستوں کا اتحاد بڑھتا جارہا ہے۔ جرمنی میں اس امر کو مدنظر رکھنے کی وجہ سے باوجود جابرانہ نظریوں کے جو اتحاد بڑھاتے ہی نہیں اسے ضرور بنا دیتے ہیں ریاستوں کا اختلاف ترقی کرے گا پس واقعاتی لحاظ سے بھی ہمارے نزدیک بنیادی اصولوں کی سکیم تسلی بخش نہیں اور اسے بدلنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ سکیم جس میں مشرقی پاکستان کی حق تلفی کرتی ہے اور مجرب اور معقول نظریات کو رد کرتی ہے اور مستقبل میں پاکستان کے وسیع ہونے کے راستہ میں روک ہے مغربی پاکستان کے مختلف یونٹس کے درمیان اختلاف کے سامان پیدا کرتی ہے مغربی پاکستان کی آئندہ ترقی کو نظر انداز کرتی ہے لہذا یہ سب نقائص نہایت اہم ہیں پس ہمارے نزدیک

پاکستان کا نظام وفاقی ہونا چاہیئے۔

اس میں بڑھنے کے مواقع کا راستہ کھلا چھوڑنا چاہیئے

اس میں ایوان عوام میں ہر صوبہ کی آبادی کے مطابق نمائندگی ہونی چاہیئے

اس میں ایک ایوان وفاقی ہو جس میں چھوٹے بڑے سب صوبوں کو برابر نمائندگی ملنی چاہیئے۔

اس کا قانون ایسا ہونا چاہیئے کہ انتخاب رئیس مملکت اعتماد وزارت مسودہ جاتی تبدیلیاں یا تقسیم مالیہ کے معاملات میں دونوں ایوانوں کو کامل اختیارات ہوں

عہدیداران تحریک جدید کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی ہدایت

"اب صرف ان لوگوں سے وعدے لے کر نہیں بھجوائے۔ جو پہلے سے وعدہ کرتے آئے ہیں۔ بلکہ آپ لوگوں کا فرض ہے۔ کہ ہر احمدی سے خواہ وہ بچہ ہو۔ جوان ہو یا بوڑھا ہو۔ مرد ہو یا عورت۔ امیر ہو یا غریب اور پیشہ خواہ وہ کسی حیثیت کا ہو۔ اس کی حیثیت کے مطابق وعدے لیکر بھجوائیں"

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

دعائے مغفرت

(۱) میری اہلیہ صاحبہ محترمہ امۃ الرحمن بی بی بروز جمعہ ۱۰/۱/۵۳ چار بجے شام ایک معمولی بیماری سے فوت ہوگئی ہیں۔ محترمہ صاحبہ موصیہ تھیں۔ دوستوں سے درخواست ہے۔ کہ دوست ان کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار رشید احمد اسمٰعیل

(۲) خاکسار کے والد قاضی فضل کریم صاحب ساکن بھیرہ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ مورخہ ۹/۱/۵۳ کو اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب ان کی بلندی درجات اور مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار عبد [illegible] (لینڈ ڈی)

(۳) خاکسار کی ہمشیرہ صاحبہ امۃ الحی اہلیہ محمد منیر خان صاحب آرڈیننس آفیسر راولپنڈی یکم جنوری ۱۹۵۳ء کو وفات پاگئیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ہم کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ڈاکٹر محمد نصیب عارف آڑھتی ربوہ)

ترسیل زر اور انتظامی امور کے متعلق مینیجر الفضل کو مخاطب کیا کریں۔

روزنامہ ——— الفضل ——— لاہور
مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۵۳ء

صداقت اسلام — کی — درخشاں تلواریں

اکثر مخالفین احمدیت جن میں سے مولویوں کا وہ طبقہ جو اپنے آپ کو قرآن و سنت کا اجارہ دار سمجھتا ہے۔ جو باہم ایک دوسرے پر سوائے کفر و ارتداد کے فتوے لگانے کے اسلام کا اور کوئی کام نہیں کرتا پیش پیش ہے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے رہتے ہیں کہ آپ نے نعوذ باللہ قرآنی جہاد کو منسوخ کر دیا ہے۔ یہ لوگ جیسا کہ ان کا طریق کار ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں سے کتر بیونت کر کے کچھ فقرے علیحدہ کر لیتے ہیں اور پھر ان پڑھ بھولے بھالے عوام کو سناتے ہیں۔ اور ان کو جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال دلاتے ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی وہ اسلامی جرنیل ہیں۔ جنہوں نے نہائت تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا کہ قرآن کریم کا ایک شوشہ تک نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ۔ اس کا زیر و زبر منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی حرف اس میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم تمام کا تمام قیامت تک زندہ اور قابل عمل ہے۔ یہ اللہ تعالے کی آخری کتاب ہے آخری شریعت ہے جو اس نے انسان کی ہدایت کے لئے اتاری ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ اگر قرآن کریم میں جہاد کا حکم ہے۔ اور یقیناً ہے تو ایسا انسان جو اس تحدی سے قرآن کریم کی سالمیت اور اس کے تا قیامت زندہ اور قابل عمل ہونے کا اعلان کرتا ہے کس طرح جہاد کو منسوخ کر سکتا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ درباری اور سیاسی علمائے نے قرآن کریم کی تعلیم کے سراسر خلاف جہاد کا ایک لادینی اور ظالمانہ تصور بنا رکھا تھا۔ جو یہ تھا کہ جہاد بالسیف کی شرائط جو قرآن کریم نے لگائی ہیں نظر انداز کر کے اسلام کو دنیا پر بذریعہ شمشیر ٹھونسا جا سکتا ہے۔ یہ غیر اسلامی تصور عوام کے دلوں میں جاگزین کر گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام غیروں کی نظر میں ایک نہائت بھیانک اور خوفناک دین بن کر رہ گیا۔ یہاں تک کہ دشمنان اسلام اسلام کے خلاف یہ دلیل دینے لگے کہ اسلامی تعلیم میں فی ذاتہٖ کوئی خوبی نہیں بلکہ اس کی اشاعت تلوار کی مرہون منت ہے۔ یہ ایک جھوٹا مگر بہت بڑا الزام ہے۔ جو اسلام پر لگایا جاتا ہے

افسوس ہے کہ ابھی تک مودودی ایسے گندم نما جو فروش علمائے کہلانے والے جہاد فی سبیل اللہ کی توضیح ایسے انداز سے کرتے ہیں کہ جس سے دشمنان اسلام کے اس حملہ کو تقویت پہونچتی ہے۔ ہم الفضل میں اس کی وضاحت کئی بار کر چکے ہیں۔

اس ضمن میں دوسری بات جو قابل غور ہے۔ یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کے زیر اثر تمام دنیا میں مذاہب کے لئے جنگ و جدل کا خیال رفتہ رفتہ مٹتا چلا گیا۔ اسلام نے یہ حقیقت واضح طور سے بیان کر دی تھی کہ دینی اعتقادات پر کسی قسم کا جبر نہیں ہونا چاہیئے۔ انسان کو اپنے اعتقادات میں پوری پوری آزادی ہونی چاہیئے۔ اسلام کا یہ اصول مغربی اقوام نے اپنے دور احیاء میں اپنا لیا اور اپنے رنگ میں اس کو عملاً پیش کیا۔

ان قوموں نے اس اصول کی وجہ سے اپنے ملکوں میں ایسا امن قائم کر لیا کہ علم و سائنس اور فنون میں دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگیں۔ اور میدان عمل میں کامیابی پر کامیابی حاصل کرتی چلی گئیں تا آنکہ آج وہ تمام دنیا پر چھا گئی ہیں۔ انہوں نے دنیا کے لئے تو بے شک قوموں کو لوٹا۔ لیکن بظاہر دینی معاملات میں دخل دینے سے باز رہے

پادریوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ دنیا کے چپہ چپہ پر اپنے مشن قائم کر لئے۔ اور چونکہ صرف اسلام ہی ایک ایسا دین تھا۔ جو ان کے راستہ میں حائل تھا۔ اس لئے سیاسی علمائے اسلام کے غلط تصور جہاد سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔

مغربی اقوام میں سے انگریز پیش پیش تھا۔ اس نے دنیا کے ایک معتدبہ حصہ پر سیاسی قبضہ کر لیا۔ اور ہر ملک میں جیسا کہ ہندوستان میں کیا۔ مذہبی آزادی کا اصول قائم کر دیا۔ اور ایسے قوانین نافذ کئے۔ جن میں بظاہر مذہبی اکراہ کا کوئی شائبہ نہ رہا۔ خواہ ہم اس کا نام پالیسی رکھیں یا اس کو کوئی اور نام دیں۔ مگر یہ حقیقت ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ کہ انگریز قوم نے پچھلی چند صدیوں سے تمام دنیا میں مذہبی آزادی کی فضا قائم کر رکھی ہے۔

جب ہندوستان پر انگریز کا تسلط پوری طرح جم چکا۔ اور کوئی طاقت اس کے مقابلہ میں نہ رہی۔ ہر مذہب بلا خدشہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کر سکتا۔ ایسے وقت میں سیاسی علمائے کے غلط تصور جہاد سے اسلام کو کیا فائدہ پہونچ سکتا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس سے مسلمانان ہند کو سخت نقصان ہوا اور قریب تھا کہ انگریز اور ہندو ملکر ہندوستان سے اسلام کا نام و نشان مٹا دیتے۔ کہ بعض درد مند مسلمانوں کے دل تڑپ اٹھے۔ جن میں سر سید مرحوم کی ہستی قابل ذکر ہے آپ نے مسلمانوں کو جہاد کے غلط تصور سے چھڑانے کی کوشش کی۔ مگر جہاں تک اشاعت اسلام کا تعلق ہے۔ آپ کی جدو جہد منفی تھی۔ آپ نے مسلمانوں کا رخ مادیات کی طرف تو پھیر دیا اور مغربی فلسفہ سے انہیں ضرور آشنا کر دیا۔ مگر نہ صرف اشاعت اسلام کا کام رک گیا۔ بلکہ اکثر تعلیم یافتہ مسلمان دین سے بیزار ہو گئے۔ اور انہوں نے مغربی الحادی اقدار میں سوچنا شروع کر دیا۔

ہندوستان کیا تمام اسلامی دنیا پر یہ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کہ مشرقی افق سے آفتاب اسلام کی ایک کرن نے جھانکا۔ ایک پر نور آواز بلند ہوئی۔ اس نے کہا کیا ہوا اگر لوہے کی تلوار مسلمان کے ہاتھ سے چھین لی گئی ہے۔ ہمارے پاس اسلام کی صداقت کی درخشاں تلواریں موجود ہیں۔ ہم ان اندھیروں کے خلاف ان تلواروں سے جہاد کریں گے۔ شکار خود چلکر ہمارے گھر میں گھس آیا ہے۔ ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا ہم قرآن کریم کی روشنی و براہین دلائل کے ساتھ تبلیغ و اشاعت اسلام کا "جہاد کبیر" کریں گے۔ ہم فاتح کو مفتوح کرینگے ہم صرف یہیں اس پر حملہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم دشمن کے وطنوں پر یورش کریں گے۔ ہم دنیا کے ان تمام کناروں کو دشمن سے چھین لیں گے۔ اور اسلام کے لئے وقف کر دیں گے۔ جہاں جہاں اس نے اپنا پرچم بلند کر رکھا ہے۔

یہ ایک نحیف سی آواز تھی جو فضائے آسمانی میں گونج گئی۔ آپ نے علما سے خطاب کر کے کہا یہ ٹوٹی ہوئی لوہے کی تلوار اب پھینک دو۔ اس کا زمانہ گزر چکا ہے۔ دشمن نے لوہے کی تلوار چھوڑ کر اب اور ہی قسم کی تلواروں سے اسلام پر حملہ کیا ہے۔ اس نے اسلام کا ہی ہتھیار مذہبی آزادی ہاتھ میں لیا ہے۔ اور اس سے الٹا اسلام کو ہی قتل کرنا چاہتا ہے۔ ہم اس کی یہ ستم ظریفی برداشت نہیں کر سکتے۔ آؤ ہم جہاد کبیر کا یہ اپنا ہتھیار اس سے پھر چھین کر اسی سے اس کو ہلاک کر دیں۔

علمائے جن کی آنکھوں میں فولادی تلواروں کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے چکا چوند کر رہے تھے سمجھا کہ یہ شخص ہمیں کمزور کرنے کے لئے اٹھا ہے۔ ہمارا محافظ "جہاد بالسیف" ہم سے چھین رہا ہے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ واقعی جہاد "جہاد کبیر" کا ہتھیار ان کے ہاتھ میں دے رہا تھا۔ اسلام کی درخشاں صداقتوں کا ہتھیار۔

علمائے نے اس کی نہ سنی بلکہ الٹا اس پر پل پڑے اس بندۂ حق نے سب کا مقابلہ کیا۔ پادریوں کا آریوں کا اور انہوں کا اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اسلامی جہاد کی بنیاد بھی مستحکم کرتا چلا گیا۔ اس نے ایک چھوٹی سی فوج تیار کر لی۔ جس کو ساتھ لے کر اس نے دشمنان اسلام سے چومکھی لڑائی۔ اور اس کی جماعت اب تک یہ چومکھی لڑائی لڑتی جا رہی ہے:

ٹوٹی ہوئی فولادی تلواروں کے ٹکڑوں سے جن کی آنکھیں چکا چوند ہو رہی ہیں۔ انہوں نے دیکھا ہے۔ کہ دشمن نے ایٹم بم ہیڈروجن بم بلکہ اس سے بھی زیادہ سامان ہلاکت تیار کر لیا ہے۔ مگر وہ ابھی تک مسیح موعود علیہ السلام پر اتہام لگائے چلے جاتے ہیں۔ کہ اس نے جہاد بزعم خود (نعوذ باللہ) قرآنی جہاد منسوخ کر دیا ہے۔ مگر اس کے علی الرغم مسیح موعود علیہ السلام کی فوج "جہاد کبیر" میں مصروف ہے۔ اور فتح پر فتح پا رہی ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو۔

۱۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو تعلیم الاسلام کالج میں

(۱) چودھری کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین نے بتایا۔

سپین میں آج پھر جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے اشاعت اسلام کی بنیاد رکھدی گئی ہے۔ اور سعید روحیں اسلام میں داخل ہو رہی ہیں۔

(۲) امریکن نومسلم جناب عبدالشکور صاحب ورش نے بتایا امریکہ میں اسلام کے متعلق نہائت غلط نظریئے پھیلائے ہوئے تھے۔ مثلاً یہ کہ اسلام بذریعہ شمشیر پھیلا وغیرہ۔ مگر اب امریکی تاریخ دان اور محققین اس امر کو تسلیم کر رہے ہیں کہ اسلام کے متعلق یہ نظریئے مبنی بر حقائق نہیں اسلام کے متعلق یہ غلط فہمیاں بہت حد تک وہاں کے احمدی مبلغین نے دور کی ہیں جنہوں نے صحیح اسلامی تعلیم عوام تک پہونچانے کی بے حد کوشش کی ہے۔

(۳) مولانا امام الدین صاحب مبلغ انڈونیشیا نے بتایا جب احمدی مبلغین انڈونیشیا کی سرزمین میں داخل ہوئے اس وقت کیفیت یہ تھی کہ وہاں کی اسلامی آبادی بڑی سرعت سے عیسائیت سے متاثر ہو رہی تھی۔ لیکن ہمارے وہاں جانے پر عیسائیت کی یہ بڑھتی ہوئی رو رک گئی۔ اور آج انڈونیشیا کے سیاسی لیڈر اور مذہبی راہ نما سب اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ احمدی مبلغین کی مساعی سے ہی انڈونیشین مسلمان عیسائیت کے حملہ سے محفوظ ہوئے اور انہیں عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کی امتیازی خصوصیات کا علم ہوا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج انڈونیشیا

(باقی دیکھیں صفحہ ۸ پر)

شذرات

سالِ نو کیلئے پروگرام

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالِ نو کے پہلے خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کے نام جو پیغام دیا ہے اس میں حضور نے خاص طور پر تین امور کی طرف توجہ دلائی ہے:-

۱۔ تبلیغ

۲۔ جماعتی تربیت و اصلاح

۳۔ جماعت کے پیشہ وروں۔ تاجروں، زمینداروں اور طالب علموں کی تنظیم

تبلیغ ہمارا مقدس ترین مذہبی فریضہ ہے جس کے بغیر ہمارا کوئی پروگرام اور کوئی مقصد پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اور اس میں ذرہ بھر کوتاہی اور غفلت ہمارے لئے روحانی خودکشی کے مترادف ہے۔

جماعتی تربیت و اصلاح کا کام اسلام کی زندہ اور فعال جماعت کی حیاتِ ملّی میں اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ قرآن مجید نے اسے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا دوسرا اہم مقصد قرار دیا ہے۔

باقی رہا تنظیم کا معاملہ! سو اس کے لئے ہمیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ملکی تقاضے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم نے ملک و ملت کی تعمیر و استحکام میں ایک نمایاں پارٹ ادا کرنا ہے تو بلاشبہ ایسی تنظیمیں بھی ناگزیر ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ سب امور ہر جہت سے بے انتہا اہمیت کے حامل ہیں۔ لہذا ہر احمدی کا اولین فرض ہے کہ ان کی طرف اپنی خصوصی توجہات مرکوز کر دے۔ اور جب ۱۹۵۴ء طلوع ہو تو ہم میں سے ہر فرد خود بخود محسوس کرے کہ رستے سکڑ چکے ہیں اور ہماری منزل پہلے سے بہت زیادہ قریب ہو گئی ہے۔

امنِ عالم کو خطرہ

بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو جی نے اس امر پر اظہار افسوس کیا ہے کہ روس اور چین نے بھارتی تجویز مسترد کر دی ہے۔ پنڈت جی نے امید ظاہر کی ہے کہ اقوام متحدہ بھارتی تجویز پر ضرور غور کرے گی۔ کیونکہ اس کے ذریعہ ایک ایسے مسئلہ کا حل دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو امنِ عالم کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے۔

یہ بات بے حد تعجب خیز ہے کہ پنڈت نہرو ایک طرف کوریا کے متعلق اپنی تجویز مسترد ہو جانے پر تو اظہار افسوس کر رہے ہیں۔ لیکن دوسری طرف کشمیر کے بارہ میں پاکستان کی پیش کش اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو ٹھکرا کر ایک خوفناک تباہی کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔

امنِ عالم کی غمخواری کا کیا! تو کیا ڈھب ہے کوریا کی چنگاری کا فکر ہے مگر کشمیر کے شعلوں کا ذکر نہیں

دردناک مظلومیت

ضلع مظفر گڑھ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ وہاں ایک زمیندار کے اشارہ پر ایک غریب مدرس کو سکول کے احاطہ میں اساتذہ و طلباء کے سامنے زدوکوب کیا گیا۔ لیکن جب وہ مظلوم استاد متعلقہ افسروں کے پاس حصول انصاف کی خاطر حاضر ہوا تو اس کی آواز کو مختلف ذرائع سے دبانے کی کوشش کی گئی۔

ہمارے معاشرہ میں خدا کے غریب بندوں پر کس طرح قافیہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ اس کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے۔ اخلاق و انسانیت کی مظلومیت کے یہ دردناک نظارے جنہیں کفرستان میں نظر آنا چاہیئے تھا خود پاکستان میں دکھائی دے رہے ہیں۔

حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے موجودہ زمانہ کے متعلق خبر دی تھی کہ یاتی علی الناس زمان یستخفی المومن فیھم کما یستخفی المنافق فیکم (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۲) فرمایا آج تو منافق پوشیدہ زندگی بسر کرتا ہے۔ مگر آخری زمانہ میں مومن چھپ چھپ کر بسر اکریں گے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ نے ابن مردویہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشراط ساعت میں سے ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ مومن لونڈی سے بھی ذلیل سمجھا جائے گا۔

رسول مقبولؐ کی محبت کا دم بھرنے والو! سچ بتاؤ۔ کیا خدائی آواز پر لبیک کہنے والوں کی آج بعینہ وہی کیفیت نہیں جس کی خبر مخبر صادقؐ نے چودہ سو برس پیشتر دی تھی ؎

تقویٰ کا جھنڈا جھکتا ہے پر کفر کی گڈی چڑھتی ہے
اس دنیا میں اب نیکوں کا ہے کوئی تو اللہ والی ہے
(المصلح الموعود)

گداگری کی وبا

ایک خبر ہے کہ میانوالی میں گداگری کے انسداد کی غرض سے ڈسٹرکٹ بورڈ میانوالی نے ایک دار الغربا کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس دار الغرباء میں گداگروں کو مفت کھانا اور مفت رہائش مہیا کی جائے گی۔

جو گداگر اپاہج یا معذور ہوں ان کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈوں کی طرف سے ایسا انتظام کیا جانا واقعی مستحسن امر ہے۔ مگر وہ گداگر جو معذور نہیں انہیں جب تک گورنمنٹ کی طرف سے مختلف پیشے سکھانے یا مزدوری کرنے پر قانوناً مجبور نہ کیا جائے اس لعنت کا دور کرنا حدِ امکان سے باہر ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہر شہر کی مقامی انجمنوں کو اس بارہ میں حکومت کو مفید مشورے دینا اور حکومت کے فیصلوں کو پوری قوت سے عملی جامہ پہنانا از بس ضروری امر ہے۔ نیز یاد رکھئے جب تک یہ وبا ہم میں موجود ہے ہمارے ملکی جہاز کا معاشی ناہمواریوں، تمدنی مشکلات اور اخلاقی پستی کے خوفناک طوفانوں سے بچ کر نکلنا اور سلامتی کے کنارے پر پہنچ جانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

چاند پر روسی جھنڈا

روس کے ایک مشہور سائنسدان اے زرمان فیلڈ نے ماسکو میگزین (Moscow Magazine) میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں دعویٰ کیا ہے کہ آئندہ پچاس سال میں روسی سائنس اس قدر ترقی کر جائے گی کہ چاند پر روسی جھنڈا لہراتا نظر آئیگا۔

اس مضمون میں یہ امید بھی ظاہر کی گئی ہے کہ اس وقت روس کے مصنوعی سرخ ستارے رات دن میں دو مرتبہ زمین کے ارد گرد چکر لگائیں گے اور روسی راکٹ بمبار پانچ دن میں چاند تک پہنچ جائیں گے

حدیث شریف میں یاجوجی ماجوجی طاقتوں کے متعلق ایک پیشگوئی موجود ہے کہ: یقولون لقد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الی السماء فیرد اللہ علیھم نشابھم مخضوبۃ دما (مشکوٰۃ کتاب الفتن مطبوعہ اصح المطابع دلی ص ۴۷۳)

یاجوج ماجوج کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کر لیا ہے اب آؤ آسمانی (یعنی چاند ستارے وغیرہ) کے بسنے والوں کو تہ تیغ کریں تب وہ آسمان کی جانب اپنے تیر چلائیں گے لیکن خدا تعالیٰ انہیں خون آلودہ صورت میں ان کی طرف واپس کر دے گا۔

یہ پیشگوئی عملاً کس طرح ظہور پذیر ہو گی۔ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں واضح رنگ میں یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ چاند اور ستاروں پر تیر پھینکنے سے پیشتر ان کے ہاتھوں ایک عالمگیر اور خونریز جنگ مقدر ہے۔

ہر سچے اور مخلص مسلمان کو خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ امت مسلمہ کو اس تباہ کن دور سے محفوظ رکھے۔ اور اپنے وعدہ کے مطابق اسلام کی ترقی اور تازگی کے دن جلد از جلد لائے محمد مصطفےؐ کی حکومت قائم ہو اور کفر کے جھنڈے ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو جائیں۔

مولانا محمد علی جوہر

چند یوم پیشتر لاہور میں انجمن یاد رفتگان کے نام سے ایک انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جو ان محبانِ وطن کی یاد تازہ رکھے گی جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے انتھک اور پیہم کوششیں کیں انجمن مذکور اس سلسلہ میں ۴ جنوری ۱۹۵۳ء کو مولانا محمد علی کا یوم وفات بڑی دھوم دھام سے منا چکی ہے۔

مولانا جوہر کے دل میں ملک کی آزادی کا کتنا زبردست جذبہ موجزن تھا۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک واقعہ کافی ہے۔ مولانا ۱۹۳۱ء میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچتے ہی شدید بیمار ہو گئے۔ پارلیمنٹری کمیٹی کی طرف سے آپ کو جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی اس پر آپ نے سیکرٹری کے نام ایک مکتوب میں معذرت کرتے ہوئے لکھا:-

"میں زندگی کے سفر کو ختم کر رہا ہوں لہذا کم سے کم یہ چاہتا ہوں کہ میری زندگی کے خاتمہ سے پہلے ہندوستان اپنی سیاسی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔"

مولانا صرف محب وطن ہی نہ تھے محب اسلام بھی تھے اور آپ میں یہ امتیازی خوبی تھی کہ آپ کو مسلمانوں سے محبت تھی اور ان سے محبت تھی جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنا فخر سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کو جماعت احمدیہ سے خاص انس تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے اخبار ہمدرد میں دھڑلے سے لکھا۔

"ناشکرگذاری ہوگی اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کیلئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔"

(ہمدرد ۲۹ دسمبر ۱۹۲۷ء)

مولانا محمد علی جب لندن کانفرنس میں شرکت سے قبل لاہور آئے۔ تو احراری لیڈروں نے کانگرس کے اشارہ پر آپ کا شرم شرم کے نعروں سے استقبال کیا اور سنگباری کی (پیسہ اخبار ۲۲ اگست ۱۹۳۵ء)

آج جب یہ نظارہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں کہ ملت کے غداروں نے کیسی کیسی ہستیوں کے دامن عزت و شہرت کو چاک چاک کرنے کی کوشش کی ہے!!

جماعتہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ نوٹ کر لیں

۲ فروری ۱۹۵۳ء ۱۰ بجے صبح ایک اجلاس امیر صاحب کی کوٹھی پر منعقد ہوگا جس میں جماعتہائے ضلع شیخوپورہ کے نمائندگان سیکرٹری امور عامہ، سیکرٹری تعلیم و تربیت کا انتخاب کریں گے۔ اس لئے استدعا ہے کہ جملہ جماعتہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ اپنے اپنے نمائندے تاریخ و وقت مقررہ پر بھیج کر ممنون فرمائیں۔

امیر جماعت احمدیہ ضلع شیخوپورہ

مسلمانوں کی نکبت و پستی کے ذمہ دار ہمارے علماء کرام ہیں! (۳)

(منقول از رسالہ "الجامعہ" جھنگ مؤتمر نمبر ماہ اپریل ۱۹۵۳ء)

نوٹ:- ضروری نہیں کہ ادارہ مضمون نگار سے ہر بات میں متفق ہو:—

سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ تنقید و تخریب کا حق کسی جماعت کو پہنچتا ہے۔ جو خود کوئی ٹھوس کام کر دکھائے۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی جماعت محض تنقید اور نکتہ چینی کیا کرے اور خود ہاتھ پر ہاتھ دھری بیٹھی رہے۔ لیکن ہمارے علماء کرام عرصہ سے اسی عادت میں مبتلا ہیں۔ وہ خود تو مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ لیکن جب کوئی دوسرا اس طرف توجہ کرے گا۔ تو اس کی کمزوریوں کو فاش کرنے اور اس کے عیوب کو شہرت دینے میں سب سے آگے رہیں گے۔

ہندوستان میں سرسید کی تعلیمی تحریک کے متعلق ہمارے علماء کا یہی رویہ تھا۔ سرسید نے جب علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی۔ اور مسلمانوں میں مغربی علوم کی اشاعت کرنے لگے۔ تو وہ تمام علماء جنہوں نے اب تک مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی رفع کرنے کے لئے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی تھی۔ دفعۃً ہوشیار ہو گئے۔ اور ان خطرات کا احساس کرنے لگے۔ جو اس تعلیمی تحریک میں مضمر تھے۔ یہاں تک کوئی مضائقہ نہ تھا۔ لیکن اس کے بعد ہی علماء نے سرسید کی ذات پر حملے کرنے شروع کئے۔ ان کو کافر و ملحد اور بے دین کیا کچھ نہ کہا غرض کہ ان کے خلاف جی کھول کر زہر اگلا۔ لیکن اس تحریک کے کامیاب ہو جانے کے بعد بھی انہوں نے مسلمانوں کو ان خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے جن کا احساس ان کے دلوں میں بے چین کئے ہوئے تھے۔ کوئی موثر عملی اقدام نہیں کیا بجز چند مدارس کے قیام کے۔ جن میں تعلیم کا وہی فرسودہ اور پرانا نظام رائج تھا جس میں وقت کی تبدیلیوں اور تقاضوں کا لحاظ نہیں کیا گیا تھا حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے علماء اجتماعی زندگی کے مسائل پر گہری نظر رکھتے۔ اور مذہب کو صرف وظائف۔ دعا۔ ذل داڑھی۔ استنجے پائجامے۔ تسبیح خانے اور بہشت و دوزخ کا معاملہ نہ خیال کرتے تو سرسید نہیں بلکہ وہ خود انگریزی تعلیم کی اشاعت کا پہلا قدم اٹھاتے۔ کیونکہ انگریزی تعلیم کا پھیلنا وقت کا ایک ناگزیر تقاضا تھا۔ جس کے اسباب بہت پہلے سے جمع ہو رہے تھے۔ اگر غیر ملکی حکومت کے سایہ میں ایک نیا تمدن پرانے تمدن پر غلبہ پا رہا تھا۔ انسانی افکار و تصورات کا نظام رفتہ رفتہ منہدم ہو رہا تھا اور اس کی جگہ نئے نئے تصورات اور نظریات جن میں حرکتی قوتوں کا ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پرانے جامد و ساکن خیالات افکار کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے تھے۔ اس سیلاب کا روکنا قطعاً ناممکن تھا یہ اگر رکنے والا ہوتا۔ تو اس وقت رک جاتا جب انگریزوں نے ہندوستان میں پہلے پہل قدم جمانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس نئی مغربی قوم کا ہندوستانی مسلمانوں اور اسلامی دنیا پر غلبہ اس امر پر شاہد تھا۔ کہ مسلمانوں کے تمدنی نظام جن کو افکار و محرکات نے غالب و حکمران بنایا تھا۔ وہ یا تو مٹ چکے تھے۔ یا مسخ ہو چکے تھے۔ مغرب کا سیاسی غلبہ درحقیقت اس کے تمدنی نظام اور ان کے جاندار تصورات کا غلبہ تھا۔ اس کے برخلاف اسلامی نظام جو اپنی اصلی حالت میں مغربی نظام تمدن سے زیادہ پائیدار اور جان بخش تھا۔ زندگی اور حرکت کی صفات سے عاری ہو گیا تھا۔ اس لئے اگر اس نے سیاسی اور تمدنی غلبہ کو توڑنا مقصود تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ اس کے وہ صفات و تصورات جنہوں نے اس کو غالب حکمران کیا تھا بے دھڑک اسلامی نظام میں داخل کر لئے جاتے۔ مغرب کی سائنٹفک ترقی اس کی قوت تنظیم اور حریت فکر یہی وہ عناصر تھے۔ جنہیں ہم اپنی اسلامی حیثیت کو نقصان پہنچائے بغیر اخذ کر سکتے تھے۔ لیکن اس عمل سے پہلے مغرب کے تمدنی نظام اور عقلی ارتقاء کا گہرا علم حاصل کرنا ضروری تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا تھا۔ جب مسلمان انگریزی تعلیم کی طرف مائل ہوتے۔ اسی پیش بندی کے ساتھ کہ مغربی تمدن کے باطل تصورات و افکار کا مقابلہ کرنے کے لئے پہلے سے ایک علمی تحریک پیدا کر دی جاتی۔ یہ کام علماء کا ہی تھا۔ لیکن انہوں نے اس کام کو نہ کیا۔ اور نہ مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی اشاعت پر صبر کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ میں جہاں بہت سی اعلیٰ صفات پیدا ہو گئی تھیں۔ وہاں بہت سے خطرناک رجحانات پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے مذہب کی طرف سے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔ انگریزی تعلیم کی اشاعت کو تو علماء اپنی تمام کوششوں کے بعد بھی روک نہ سکے۔ اور روک بھی کیسے سکتے وقت کے مطالبات ایک سیلاب کی طرح انسان کو بہا لیجاتے ہیں۔ اور کوئی قوت ان مطالبات کی تکمیل کو روک نہیں سکتی ہے۔ پھر اگر اس کام کو انجام دیا تو اسی سرسید نے جس کو ملحد اور بے دین کہا گیا تھا اس نے اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ اس نے عیسائی مشنریوں سے ٹکر لی۔ اسی کی شخصیت تھی جس نے انگلستان کے دارالخلافہ میں بیٹھ کر انگریزی زبان سے لاعلمی کے باوجود برٹش میوزیم کا کونہ کونہ چھان مارا۔ اور سر ولیم میور کے اغلاط و ہفوات کا مسکت جواب دیا۔ یہ تھی سرسید کی عزیمت اور دوسری طرف ہمارے علماء اپنے حجرہ میں بیٹھے بیٹھے اس پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ کرتے رہے۔ اور وقت کے اصلی کام کی طرف ایک قدم تک نہ اٹھایا۔

درحقیقت علماء کی جماعت نے اپنا منصب یہ سمجھ رکھا ہے کہ خود کچھ کریں یا نہ کریں۔ لیکن جو لوگ اسلام کی خدمت کا بار اپنے ذمہ لیں۔ اور اس کی خدمت کو اپنا دین و ایمان تصور کریں۔ ان کی غلطیوں اور فروگذاشتوں کو اچھالا کریں۔ اور موقعہ ملے۔ تو انہیں کافر و ملحد اور بے دین مشہور کریں۔

اسلامی ممالک پر مغربی تسلط قائم ہوئے ایک مدت ہو چکی ہے۔ اسی عرصہ میں ہمارا ماحول اور ہمارا تمدن ہمارے اشکال و میلانات غرضیکہ ہماری ساری دنیا بدل گئی ہے۔ مغرب کا فلسفہ۔ اس کا تصور حیات اور اس کا طریق فکر ہماری زندگی پر نہ مٹنے والے نقوش قائم کر چکا ہے۔ لیکن ہمارے مذہبی علوم آج بھی وہی ہیں۔ جہاں حضرت امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں تھے ان میں ایک خوشہ کی ترمیم یا اضافہ نہیں ہوا یورپ کے اس فکری غلبہ کا مقابلہ کرنا ہمارے علماء کا سب سے پہلا کام ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جب تک میدان فکر میں میدان تصورات کی جیت قائم رہیگی۔ جو مغربی تمدن اپنے ساتھ لایا ہے۔ اس وقت تک اسلامی افکار و عقائد کی گرفت حسب سابق ڈھیلی رہے گی۔ ضرورت اس کی تھی کہ مغربی سلسلہ کے توڑ پر ایک نیا اسلامی فلسفہ مرتب کیا جاتا۔ مغرب کے معاشی نظریات کے جواب میں اسلام کا معاشی نظریہ پیش کیا جاتا۔ جس سے اسلامی معاشیات کا ایک مستقل علم وجود میں آجاتا۔ مغرب کے سیاسی نظام اور سیاسی فلسفہ کے خلاف اسلام کے سیاسی فلسفہ کی تشریح و توضیح کی جاتی۔ اور اس طرح ان غلط نظامات کی بیخ کنی کی جاتی۔ جنہوں نے موجودہ زمانہ کی سیاسی و تمدنی بے اطمینانی پیدا کر دی ہے۔ لیکن ہمارے علماء کرام ان سب فرائض سے غافل اس حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت سے ہی محروم ہیں۔ ان کا طرز تفکر زمانہ کے رہوار سے صدہا برس پیچھے ہے۔ ان کا طریق بحث و استدلال بھی اتنا ہی پرانا ہے جتنا ہماری فقہ کا موجودہ نظام۔ مسائل حاضرہ سے یک قلم ناواقف تحریکات جدیدہ سے اکثر لاعلم۔ ان کی ذہنی تعمیر میں قدامت فکر کی روح رچی بسی ہوئی ہے۔ وہ یہ تو چاہتے ہیں۔ کہ اسلامی قوانین کی بنیاد پر اور فقہی نظام کی مدد سے اپنا کام چلایا جائے۔ لیکن خود موجودہ سیاسی اور معاشی نظام سے بالکل لاعلم اور ناواقف ہیں۔ موجودہ دور میں جب تک کہ ہماری پرانی فقہ پر نظر ثانی نہ کی جائے۔ اس کے بعض اجزاء میں ترمیم و اضافہ نہ کیا جائے۔ اور بعض نئے اجزاء کا اس میں پیوند نہ لگایا جائے۔ اسی وقت وہ زمانہ کی ضروریات اور حالات کی تبدیلی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ پھر یہ کام کس کا ہے؟ علماء کا ہے۔ یا حکومت کا۔ موجودہ ارباب حکومت نے جب انتقال اقتدار کے بعد حکومت پر قبضہ کیا۔ اور اس کی مشینری چلانا شروع کیا۔ تو ان کے سامنے وہ پرانا فقہی نظام تو تھا۔ جس کو انہوں نے نامکمل خیال کیا۔ اور بعض دوسرے اسباب کی بناء پر بلاتکلف مغربی اقوام کے قوانین سے آنا ترک اور رضا شاہ کی طرح مدد لی۔ یہ کام تو ہمارے علماء کرام کا تھا۔ کہ وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں موجودہ ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے اس فقہ پر نظر ثانی کرتے۔ اور اس کو از سر نو ترتیب دیتے۔ اگر اس قسم کا کوئی فقہی نظام ہمارے علماء نے ترتیب دیا ہوتا۔ اور اس کے بعد بھی حکومت نے اس کی جگہ مغربی قوانین سے استفادہ کیا ہوتا۔ تو بیشک وہ مورد الزام ٹھہرتی۔

اگر آج پاکستان کی اسلامی ریاست میں بھی ہمارے علماء کرام نے اپنے طریق کار کو ضروریات کے مطابق نہ بدلا۔ تو وہ دن دور نہیں۔ جب وہ خود محض اپنے جمود سے اس مملکت کے کھیون ہار بننے کی بجائے اسے لے ڈوبیں گے۔ ضرورت ہے۔ اس بات کی کہ علماء نہ صرف آپس ہی میں مل بیٹھیں۔ بلکہ اپنی تحقیق اور علمیت سے اپنے اخلاق اور کردار سے ہم میں وہ روح پیدا کریں۔ جو صحیح اسلامی روح ہے۔ اور جس کا فقدان ہی ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔

(مرسلہ عبدالعزیز واقف زندگی دواخانہ خدمت خلق ربوہ)

قیمت الفضل:- قیمت اخبار میعاد کے اندر نہ آئی۔ تو اخبار مجبوراً روک لیا جائے گا۔ قیمت اخبار میعاد کے اندر اندر بھجوا دیا کریں وی پی کی انتظار

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھ دیا کریں۔ ورنہ تعمیل نہ ہونے کی شکایات دور نہ ہو سکیں گی۔

چندہ امداد درویشاں کی تازہ فہرست

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

(از مورخہ ۵۲-۱۱-۳۰ تا مورخہ ۵۳-۱-۱۰)

گزشتہ اعلان کے بعد بعض بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے چندہ امداد درویشاں کی مد میں یا بعض دوسری متفرق مدات میں رقوم موصول ہوئی ہیں۔ ان کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بہنوں اور بھائیوں کو جزائے خیر دے۔ اور ان کے اس نیکی کے کام کو قبول فرما کر انہیں حسنات دارین سے نوازے اور جس طرح انہوں نے اپنے مستحق بھائیوں کی امداد میں قدم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں ان کا مددگار و ناصر ہو۔ ومن کان فی عون اخیہ کان اللہ فی عونہ ونعم المولیٰ ونعم النصیر وجزاھم اللہ احسن الجزاء

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۳/۱/۸

(۱) مستری عبد اللطیف صاحب کنری سندھ (امداد درویشاں) ۱۵/-/-

(۲) چوہدری علی اکبر صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول حسن ابدال (امداد درویشاں) ۴/۹/-

(۳) چوہدری محمد نذیر خاں صاحب رئیس امین آباد ضلع گوجرانوالہ (صدقہ بکرا کے لئے) ۳۰/-/-

(۴) ڈاکٹر محمد دین صاحب ایم اے ادوچیلدان بذریعہ چوہدری ظہور احمد صاحب ربوہ (امداد درویشاں) ۲۵/-/-

(۵) مولوی محمد صدیق صاحب گکھڑ منڈی گوجرانوالہ (امداد درویشاں) ۵/-/-

(۶) خواجہ محمد عبد اللہ صاحب کالا مرجنٹ بھچن ضلع سرگودھا (امداد درویشاں) ۵/-/-

(۷) اہلیہ صاحبہ سردار محمد یوسف صاحب مرحوم ۳ دیال سنگھ منشن لاہور (صدقہ) ۲۵/-/-

(۸) ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ لاہور (امداد درویشاں) ۱۰/-/-

(۹) عبد الواحد خاں صاحب سکرٹری مال لاہور رتن باغ کوٹھی (صدقہ حضرت صاحب) ۲۰/-/-

(۱۰) ڈاکٹر مسز محمودہ نذیر احمد آرام باغ کراچی (صدقہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب سینیا) ۲۵/-/-

(۱۱) مخدوم بشیر احمد صاحب بھیرہ محلہ پراچگان (بسنا قیمہ) ۲۵/-/-

(۱۲) سید داؤد مظفر شاہ صاحب محمود آباد اسٹیٹ حال ربوہ (صدقہ برائے غریب درویشاں) ۲۵/-/-

(۱۳) امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر مبلغ امریکہ (شکرانہ برائے درویشاں) ۵۰/-/-

(۱۴) والدہ صاحبہ ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب لاہور (امداد درویشاں) ۵/-/-

(۱۵) خواجہ محمد شریف صاحب گوجرانوالہ 〃 ۵/-/-

(۱۶) میاں عبد الرحیم صاحب درویش لاہور 〃 ۴/-/-

(۱۷) بھائی محمود احمد صاحب سرگودھا 〃 ۸/-/-

(۱۸) سیٹھی خلیل الرحمن صاحب جہلم 〃 ۱۳/-/-

(۱۹) چوہدری محمد عالم صاحب فتحپور گجرات 〃 ۵/-/-

(۲۰) حاجی اللہ بخش صاحب سکرٹری مال جماعت احمدیہ چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ 〃 ۱۰/-/-

(۲۱) ڈاکٹر قریشی عبد العزیز صاحب ربوہ 〃 ۱/-/-

(۲۲) ڈاکٹر عبد اللہ خاں اختر صاحب کوٹ مومن سنگھ سرگودھا 〃 ۷/۱۲/-

(۲۳) چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب احمد نگر (امداد درویشاں) ۱/-/-

(۲۴) عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید محمد عبد اللہ صاحب لاہور (امداد درویشاں) ۳/-/-

(۲۵) محمد اسحاق صاحب معلم جامعہ احمدیہ ربوہ 〃 ۱/-/-

(۲۶) احسان الٰہی صاحب 〃 〃 ۲/۱۰/-

(۲۷) چوہدری بشیر احمد صاحب ربوہ 〃 ۱/-/-

(۲۸) ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک نواب خاں صاحب منٹگمری (صدقہ برائے غریب درویشاں) ۱۵/-/-

(۲۹) ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ناصر ربوہ 〃 ۵/-/-

(نوٹ) مندرجہ ذیل احباب نے مسجد مبارک ربوہ میں مورخہ ۵۲-۱۲-۳۱ کو چندہ امداد درویشاں کی تحریک پر بذریعہ مولوی جلال الدین صاحب شمس و مولوی نور الحق صاحب نقد ادائیگی کی ہے۔ جزاہم اللہ فی الدارین خیراً۔

(۳۰) نور محمد صاحب گرمولہ دوکاں (امداد درویشاں) ۵/-/-

(۳۱) چوہدری ہدایت اللہ چک ۳۵ سرگودھا 〃 ۳/-/-

(۳۲) بابو نور احمد صاحب چغتائی ربوہ 〃 ۲/-/-

(۳۳) منظور احمد صاحب 〃 ۱/-/-

(۳۴) غلام قادر صاحب 〃 ۱/-/-

(۳۵) محمد شریف صاحب 〃 ۲/-/-

(۳۶) مولوی خورشید احمد صاحب منیر ربوہ 〃 ۲/-/-

(۳۷) منشی عبد الحق صاحب کاتب ربوہ 〃 ۲/-/-

(۳۸) ماسٹر فضل دین صاحب (شہزادہ) 〃 ۱/-/-

(۳۹) فاطمہ بیگم صاحبہ زوجہ ماسٹر فضل دین صاحب 〃 ۱/-/-

(۴۰) مولا بخش صاحب 〃 -/۴/-

(۴۱) محمد اعظم صاحب 〃 ۱/-/-

(۴۲) مستری حمید اللہ صاحب 〃 ۱/-/-

(۴۳) نور محمد صاحب 〃 ۱/-/-

(۴۴) دین محمد صاحب 〃 -/۴/-

(۴۵) محمد اسماعیل صاحب 〃 ۱/-/-

(۴۶) چوہدری محمد دین صاحب 〃 ۱/-/-

(۴۷) حکیم علی احمد صاحب ربوہ 〃 ۱/-/-

(۴۸) محمد شریف صاحب 〃 ۱/-/-

(۴۹) امام دین صاحب 〃 ۱/-/-

(۵۰) سید احمد علی صاحب مبلغ 〃 ۱/-/-

(۵۱) سید علی اللہ صاحب (امداد درویشاں) ۱/-/-

(۵۲) منشی عبد الرحیم صاحب ربوہ 〃 ۱/-/-

(۵۳) منشی رمضان علی صاحب 〃 〃 -/۸/-

(۵۴) حاجی محمد اسمٰعیل صاحب 〃 ۱/-/-

(۵۵) شفیق احمد صاحب 〃 ۱/-/-

(۵۶) شیخ محمد صاحب 〃 ۱/-/-

(۵۷) محمود احمد صاحب 〃 -/۴/-

(۵۸) عبد الحمید صاحب 〃 -/۲/-

(۵۹) قریشی عطاء اللہ صاحب ربوہ 〃 -/۸/-

(۶۰) عیسیٰ جان صاحب 〃 -/۴/-

(۶۱) محمد احمد صاحب 〃 -/۲/-

(۶۲) محمد عیسےٰ صاحب 〃 -/۸/-

(۶۳) میاں طاہر احمد صاحب ربوہ 〃 ۱/-/-

(۶۴) خواجہ بشیر احمد صاحب 〃 ۱/-/-

(۶۵) محمد سلیمان صاحب 〃 -/۴/-

(۶۶) مولوی نور محمد صاحب 〃 ۱/-/-

(۶۷) عبد الرحمن صاحب سیلونی احمد نگر 〃 -/۴/-

(۶۸) مولوی غلام نبی صاحب 〃 -/۴/-

(۶۹) میاں فضل الٰہی صاحب بھیرہ 〃 ۱/-/-

(۷۰) خان عبد المجید خاں صاحب پشاور (امداد درویشاں) ۵/-/-

(۷۱) مبارک احمد صاحب پانی پتی 〃 ۲/-/-

(۷۲) عبد العزیز صاحب دواخانہ خدمت خلق ربوہ 〃 ۱/-/-

(۷۳) عبد اللطیف صاحب ۱/-/-

(۷۴) عبد القادر صاحب کراچی 〃 ۲/-/-

(۷۵) صوفی خدا بخش صاحب ربوہ 〃 ۱/-/-

(۷۶) جمعدار فضل دین صاحب ربوہ 〃 ۱/-/-

(۷۷) نیاز محمد صاحب 〃 ۳/-/-

(۷۸) عبد القدوس صاحب 〃 ۱/-/-

(۷۹) قادر بخش صاحب 〃 ۱/-/-

(۸۰) حکیم فتح محمد صاحب بہاولپور 〃 ۵/-/-

(۸۱) مولوی محمد منشی صاحب 〃 ۱/-/-

(۸۲) عبد الکریم صاحب تاجر کوئٹہ 〃 ۱/-/-

(۸۳) احمد دین صاحب 〃 ۱/-/-

(۸۴) سلطان احمد صاحب 〃 ۱/-/-

(۸۵) چوہدری برکت علی خاں صاحب وکالت مال ربوہ 〃 -/۸/-

(باقی)

(بقیہ لیڈر صفحہ ۵)

میں جب اسلامی اصولوں کو پیش کیا جاتا ہے تو احمدیت کے لٹریچر سے اخذ شدہ دلائل ہی کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔"

اب خدا را ذرا انصاف کیجئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "جہاد" کو منسوخ کیا ہے۔ یا جہاد کو از سر نو جاری کیا ہے۔ جہاد کے معنی کو تنگ کیا ہے یا اس کو ترقی وسعت تک پھیلا دیا ہے؟

علمائے کرام! اٹھو اٹھو۔ ٹوٹی ہوئی فولادی تلواروں کے ٹکڑوں کی طرف کب تک دیکھتے رہو گے۔ اسلام کی صداقتوں کی درخشاں تلواریں لے کر نکلو۔ دشمن کے ایٹم بموں ہائیڈروجن بموں اور ان سے بھی زیادہ ہلاکت کے سامانوں کا مقابلہ صرف اسلام کے روشن دلائل ہی کر سکتے ہیں۔ ٹوٹی ہوئی فولادی تلواروں کے ٹکڑے نہیں کر سکتے۔ مگر نہیں! نہیں!!

آپ لوگوں کو تو اور بڑا کام ہے۔ آپ کو تو جماعت احمدیہ کو خارج از اسلام و مرتد قرار دے کر اقلیتوں میں شمار کرانے کی مہم در پیش ہے۔ جہاد کی فرصت آپ کو کہاں؟

مصری سفارتخانے کی طرف سے

"ڈیلی ایکسپریس" کی خبر کی تردید

لندن ۱۳ جنوری۔ مقامی اخبار "ڈیلی ایکسپریس" نے اس خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا تھا۔ کہ قاہرہ سے سنسر سے بچ کر نکل آنے والی ایک اطلاع سے پتہ چلا ہے کہ مصر کے حکمران گذشتہ سال ۲۶ جنوری کے فسادات پر اظہار افسوس کرنے کی بجائے اس روز بڑی شاندار پریڈوں کے ذریعے یادگاری تقریب منا رہے ہیں اور ان فسادات کو ایک زبردست قومی کامیابی قرار دینے والے ہیں۔ لندن میں مصری سفارت خانے کی طرف سے اس خبر کی فوراً تردید کر دی گئی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ غالباً مصر کی نئی حکومت کی پہلی ششماہی کے بعد جو تقریب منائی جانے والی ہے۔ اس سے غلط اندازہ لگایا جا رہا ہے۔ برطانوی دفتر خارجہ کی طرف سے "ڈیلی ایکسپریس" کی اس خبر کو کوئی اہمیت نہیں دی جا رہی۔ اور جنرل نجیب کی حکومت بھی اس "سیاہ سنیچر" کے واقعات کی مذمت کر چکی ہے۔ جب برطانوی باشندوں کو قتل کیا گیا تھا۔ (استار)

جنوب مشرقی یورپ کے دفاع میں ترکی کی شمولیت

انقرہ ۱۳ جنوری۔ ترکی کا ایک فوجی مشن نیپلز میں امیر البحر کارنے کے نیٹو کمانڈ کے ہیڈ کوارٹر میں نئی تیاری کر رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے جنوب مشرقی یورپ کے دفاع میں ترکی کی شمولیت ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ (استار)